© rasailojaraid.com



# الحلاج اور قرۃ العین طاہرہ

عربی اور فارسی زبانوں نے انسانی فکر کے لیے تفسیر و حدیث، شعر و ادب اور فلسفہ و تصوف میں جو قیمتی سرمایہ فراہم کیا ہے، اس میں دو ادبی تحریروں کا تعلق آسمانی سیر و سیاحت سے ہے۔ (Journey to Heaven) یہ تحریریں مسلم فکر کی گہرائی، وسعت اور تلاش حق کے لیے مسلم روح کی بے قراری کی بہترین ترجمان ہیں۔ یہ دونوں ادبی تحریریں ابوالعلا معری اور محمد اقبال کے قلم سے ہیں۔

معری نے "رسالتہ الغفران" اور اقبال نے "جاوید نامہ" میں اپنے روحانی سفر کی داستان بیان کی ہے۔ معری نے جنت میں عہد جاہلیت کے نامی شعرا کی ادبی و شعری محفلوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ اپنے کلام کی برکت سے جنت میں کیسے پہنچ گئے۔ مثلاً لبید کے بارے میں معری کہتا ہے کہ اس نے کہا: اللہ سے مانگنے والا کبھی محروم نہیں رہتا، یہ مصرعہ جوں جوں عام ہوتا گیا، اس کے اعمال نامے کی سیاہی دھلتی گئی۔ معری بنیادی طور پر ایک آزاد منش مفکر ہے، جو سوسائٹی کے فرسودہ رسوم و عادات کی گرفت سے مکمل طور پر آزاد ہے۔ لکھتے ہیں:

> "آپ ایسے آدمیوں سے بھی ملیں گے، جو اپنے فن میں ماہر، نظریہ برہان و استدلال میں کامل، لیکن یہی آدمی مذہب میں دوسروں کے نقش قدم کا پیرو، جیسے ایک بچہ اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بزرگوں کی زبان سے سنے ہوئے الفاظ کو زندگی بھر بھولتا نہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کلیسا میں بیٹھنے والا راہب اور مسجد میں اعتکاف کرنے والا زاہد دونوں اپنے اپنے عقیدے پر مضبوطی سے ڈٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اگر ایک آدمی آتش پرست ہے یا صابئ، تو اس لیے اس نے ان مذہبی گھرانوں میں جنم لیا ہے۔"

معری کا کہنا یہ ہے کہ یہاں کتنے لوگ ہیں جنہوں نے شعوری طور پر ایک عقیدے کو اختیار کیا ہے۔ معری چوں کہ خود شعوری طور پر خدا سرشاری رکھتا تھا اور اس کی زندگی غیرت، حمیت اور فقر کی علامت تھی۔ اس لیے اس نے رسم و رواج کے بندھنوں کو توڑ دیا اور عقل و دانش کی رہنمائی میں اپنی زندگی کا لمبا سفر طے کیا، لیکن اس کا دامن ہر قسم کی خوشامد، نفاق اور حرص و لالچ سے پاک رہا، جس کا اعتراف خود اس کے حریفوں نے بھی کیا ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ معری کو اپنی غیر معمولی فکری صلاحیتوں کا شدت سے احساس تھا، اسی احساس نے اس کے دامن وقار کو داغ دار ہونے سے بچایا۔ علامہ اقبال نے اپنے آخری پختہ کلام: بال جبریل کی ایک نظم: "ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات" میں ابوالعلا معری کا ذکر کیا ہے۔

معری کی طرح اقبال بھی زندگی بھر زندگی کے بنیادی مسائل پر غور و فکر کرتے رہے اور رخ حقیقت کو بے نقاب دیکھنے کے لیے بے تاب۔ چنانچہ تلاش حق میں انہوں نے پیر رومی کی رہنمائی میں آسمانی سفر بھی اختیار کیا۔ جس میں انہوں نے دنیائے قدیم و جدید کے بڑے بڑے عارفوں، فلسفیوں اور پیغمبروں سے ملاقاتیں کیں، چوں کہ وہ سراغ زندگی پانے کے لیے آتش بجاں تھے اس لیے ہر جگہ ان کی صدائے دردناک کو سنا گیا۔ اس روحانی سفر میں انہوں نے فلک مشتری پر حسین بن منصور حلاج، قرۃ العین طاہرہ اور غالب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ملاقاتیں کیں، اور ان تینوں کو جاوید نامہ میں پاک باز روحوں کے نام سے یاد کیا۔

چونکہ یہ تینوں مذہبی گروہ بندیوں اور فقہ و کلام کی مناظرانہ تلخیوں سے بے زار تھے، اور رائج الوقت مناظرانہ مذہبی سرگرمیاں ان کے نزدیک بندہ و خدا کے درمیان حجاب بن گئی تھیں، اس لیے انہوں نے "بے روح مذہب" کے خلاف بغاوت کر دی۔

ان تینوں میں سے حلاج کی شخصیت کو جو شہرت ملی ہے وہ کسی دوسرے کے حصہ میں نہیں آئی۔ حسین بن منصور حلاج کی شخصیت ادھر ایک ہزار سال سے وجہ نزاع بنی ہوئی ہے، ایک گروہ ان کے بارے میں اپنے ذہنی تحفظات رکھتا ہے، دوسرا گروہ اسے شعبدہ باز، جادوگر اور ملحد تصور کرتا ہے۔ لیکن صوفیائے متاخرین انہیں عارف مانتے ہیں، سنائی، عطار، جامی اور رومی اسے شہید حق قرار دیتے ہیں۔ عہد حاضر میں عبدالرحمان بدوی اور لوئس ماسنیوں نے اسے شہید عشق قرار دیا ہے، ماسینوں نے تو پاپائے اعظم سے اپیل بھی کی تھی کہ چرچ کے شہدا کی لمبی فہرست میں حلاج کا نام بھی شامل کیا جائے۔

موجودہ عہد میں حلاج کی جو تحریریں اہل علم کے سامنے آئیں ہیں، ان سے یہ بات صاف ہو گئی ہے:

(ا) حلاج عربی زبان سے پورے طور پر آگاہ تھے۔ ان کی دعاؤں اور شعری کلام میں جو سوز و درد ملتا ہے، اس نے انہیں زندگی بھر چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ چنانچہ علمائے ظاہر کا یہ دعوی کہ حلاج عربی زبان سے نابلد تھے، قطعاً بے بنیاد ہے۔ یہ دعوی معاصرانہ چشمک کا ایک مظاہرہ تھا۔ اسی قسم کے مظاہرے ہم آج بھی دیکھ رہے ہیں۔ کسی کو اہل علم سے کوئی اختلاف ہوتا ہے تو وہ فوراً اپنے حریف کی جہالت، اور عربی زبان سے ناواقف ہونے کا فتوی صادر کر دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دسویں صدی کے معروف علماء اور صوفیاء: عبدالرحمان سلمی اور عبدالکریم القشیری کی تفسیری تحریروں میں حلاج کے حوالے برابر ملتے ہیں۔ البتہ قشیری کے الرسالتہ' جو تصوف کی مستند کتاب ہے' میں حلاج کا ذکر' خوف فساد خلق' کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔

(۲) حلاج کی شخصیت مقبول عوام ہو رہی تھی' خلیفہ اور اعیان دربار پر اس کا اثر و رسوخ بڑھ رہا تھا۔ جسے بعض سرکاری افسر اور وزیر اپنے لئے خطرہ تصور کر رہے تھے۔ چنانچہ حلاج پر الحاد و زندقہ کے پرانے "جرم" میں مقدمہ چلایا گیا۔ خلیفہ وقت کے وزیر حامد نے عدالت کے ججوں کو جو منصور کو تختہ دار پر دیکھنا نہیں چاہتے تھے' مجبور کیا کہ وہ منصور کے خلاف موت کا فیصلہ صادر کریں۔ چنانچہ منصور کو میدان شہادت میں لایا گیا اور اس کے ہاتھ' پاؤں کو کاٹ کر اسے سولی پر چڑھا دیا گیا۔ لیکن نفرت کی آگ پھر بھی نہ بجھی' آخر اس کی لاش کو نذر آتش کر کے راکھ کو دجلہ کی لہروں کے سپرد کر دیا گیا۔

منصور موت سے ہم آغوش ہونے کے لئے رقص کرتا ہوا میدان میں آیا اور پورے وقار' شجاعت' استقامت اور خندہ پیشانی سے جلاد کا سامنا کرتے ہوئے اسے دعائیں دیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ منصور کا دل واقعی حسن مطلق کی تجلیوں کی جلوہ گاہ بن گیا تھا اور اس کی زبان سے "انا الحق" کی جو صدائیں اٹھ رہی تھیں' وہ وہی صدائیں تھیں (اِنّی اَنا ربک)' جنہیں کوہ طور پر حضرت موسیٰ نے آتشیں جھاڑی (Burning Bush) سے سنا تھا۔ منصور نے تماش بین عوام کے شور و غوغا کو دیکھ کر کہا:۔

> "خدایا! تیرے یہ بندے تیرے دین کے دفاع اور تجھ سے قرب حاصل کرنے کے لئے مجھے قتل کرنے کے لئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ تو انہیں بخش دے۔ تو نے مجھ پر جو راز کھولے ہیں' اگر تو نے ان لوگوں پر بھی وا کئے ہوتے تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یہ آج جو کچھ کر رہے ہیں' نہ کرتے۔ اور جس راز کو تم نے ان سے چھپا رکھا ہے' اگر تو وہ مجھ سے بھی پوشیدہ رکھتا' تو آج میں اس آزمائش گاہ میں نہ ہوتا۔ تو جو کچھ کرتا ہے اور جو کچھ ارادہ رکھتا ہے' اس پر تیری ہی ذات سزاوار حمد و ثنا ہے۔"

جب منصور کے ہاتھ کاٹے گئے' تو اس سے ایک پاک باز خاتون نے پوچھا: "تصوف کیا ہے؟ اس کی ابتدا کیا ہے' انتہا کیا ہے؟"

"جو کچھ تم دیکھ رہی ہو' تصوف کی ابتدا ہے' رہی انتہا! تو کل آکر دیکھ لینا۔" منصور نے جواب میں کہا۔ دوسرے دن منصور کی راکھ کو دجلہ میں بہا دیا گیا۔ ابو الکلام آزاد نے سچ کہا تھا کہ اسلام نام ہے' ابراہیم کی چھری کا اور اسماعیل کی گردن کا۔

ایک دفعہ چاندنی رات میں منصور' ابن حنبل کی قبر کے پاس کھڑا رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا:۔

"اے وہ ذات! جس نے مجھے اپنی محبت کا جام پلا کر مدہوش کر دیا ہے اور اپنے پاس بلا کا حیرت میں ڈال دیا ہے' صرف تو ہی (تخت) قدم پر جلوہ افروز ہے اور صرف تو ہی اکیلا (مسند) صدق پر جلوہ افروز ہے۔ خدایا! میں تجھ سے اس مقبول مٹی اور درجات کی حرمت کے نام پر سوال کر رہا ہوں کہ تم مجھ کو مجھ سے چھیننے کے بعد' میرے حوالے نہ کرنا' میرے نفس کو مجھ سے پوشیدہ رکھنے کے بعد اسے میرے سامنے نہ لانا اور اپنی سرزمین میں میرے دشمنوں میں اضافہ فرما۔۔۔۔"

منصور کو احساس ہوا کہ کوئی اس کے پیچھے کھڑا اس کی دعا کو سن رہا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہے' چنانچہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور ہنسا۔ دوسرے دن اس سے الگ ہو کر کہا کہ رات والی بات (دعا) کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

یہ بات محتاج بیان نہیں' کہ جو دل سوز و درد سے آشنا نہیں اور جو روح عشق و محبت کے رقص و سرور سے بے گانہ ہے' کیا وہ بہ ایں وقار و تمکنت' رقصاں و فرحاں میدان شہادت میں اتر سکتا ہے؟ افسوس فقیہہ شہر اپنی سادگی سے منصور کی سولی کو اپنا حریف گردانتا رہا اور یوں تاریخ اور دشمنان تیرہ باطن کو اپنے پر ہنسنے کا موقعہ دیتا رہا۔ ؎

رقابت علم و عرفان میں غلط بینی ہے منبر کی
کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

منصور کے بعد سرمد اور قرۃ العین طاہرہ بھی اسی راہ پر چلیں' لیکن حلاج و سرمد کی طرح قرۃ العین کو شہرت نہیں ملی۔

مدت سے آرزو تھی کہ کوئی اہل علم المعارف کے لئے معری اور اقبال یا حلاج' غالب اور قرۃ العین طاہرہ پر لکھیں۔ صابر آفاقی کا مضمون: حلاج اور قرۃ العین اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ اس موضوع پر معارف' دوسرے اہل فکر کے مقالوں کا خیر مقدم کرے گا۔

رشید احمد جالندھری

© rasailojaraid.com